U768.

Title - RISALA MAUYADUL QURAAN.

Creator - Ali Bakhsh.

Publisher - Matba Naami Munshi Nawal Kishore (Lucknow)

Date - 1291. may be.

Pages - 52.

Subjects -

رسالہ مؤید القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی رسولہ قرآنا عربیا غیر ذی
عوج لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ
وجعلہ معجزا ابدیا لو اجتمعت الجن والانس لا
یاتون بمثلہ ۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمدن
الذی بعثہ اللہ بافصح کلامہ وابلغ نظامہ ۔ الی عبادہٖ
لتبلیغ احکامہ وعلٰی الہ وصحبہ الذین
بذلوا جہدہم باجمعہم فی حفظہ وجمعہ واشاعتہ اما بعد
احقر العباد الٰہی بخش عفی عنہ خدمت میں اہل اسلام کے
عرض کرتا ہے کہ فی الحال میرے ایک دوست نے

چند سوالات باسید تحریر جواب متعلق مجموعہ موجودہ قرآن شریف
کے بھیجے ہیں اور نقشہ بھی بھیجتے ہیں سے جواب اپنی شبہات کا
چاہتے ہیں ناچار سے مختصر مجھکو لکھنا ضرور ہوا تاکہ اونکا بھی
اطمینان خاطر ہو جاوے اور میرے بھائی مسلمانوں کو بھی فائدہ
جدیدہ سے بصیرت اور تقویت دینی حاصل ہو اور اسکے
کلام مجید کے طفیل سے ارحم الراحمین میرے گناہوں کی مغفرت
فرماوے آمین یا رب العالمین پہلا سوال یہ ہے کہ بعض
احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن سات [illegible]
احرف پر نازل ہوا تھا زیادہ [illegible] اور موجودہ [illegible]
یا صرف ایک حرف باقی ہے شق اول میں ساتوں کا [illegible]
دیجیے۔ اور شق ثانی میں وجہ معدوم ہو جانے چھ حروف کی
بیان کیجیے کیا صحابہ نے وقت جمع ہونے قرآن کے [illegible]
کی ہے یا خود بخود معدوم ہو گئی انتہی الجواب بے شک
احادیث صحیحہ سے اصلیت سبعہ احرف کی پائی جاتی ہے
چند حدیث اس مقام پر ہم بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترمذی کی [illegible]
باب ما جاء ان القرآن انزل علی سبعة
احرف عن ابی بن کعب قال لقی رسول الله
صلی الله علیه وسلم جبریل فقال یا جبریل
انی بعثت الی امة امیین منهم العجوز والشیخ
الکبیر والغلام والجارية والرجل الذی لم یقرأ کتابا
قط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعة احرف
وفی الباب عن عمر وحذیفة بن الیمان وابی هریرة وام
ایوب وهی امرأة ابی ایوب الانصاری وسمرة وابن عباس

ف ۵
فرمایا رسول خدا صلعم نے جبریل سے کہ بھیجا گیا ہوں ایک گروہ امی کی طرف [illegible] بوڑھے [illegible] اور [illegible] لڑکے ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی جبریل نے کہا کہ قرآن نازل ہوا سات حرف پر [illegible]

وابی جہیم بن الحارث بن الصمہ هذا حدیث
حسن صحیح قد روی عن ابی بن کعب من غیر وجہ
اور صحیح بخاری مین ہے باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرأنی جبریل علی
حرف فراجعتہ فلم ازل استزیدہ ویزیدنی حتی
انتہی الی سبعۃ احرف اور صحیح نسائی مین ابن عباس کی
روایت ابی بن کعب سے اوسیطرح کی ہے جو مذکور ہوئی
اور بعض روایت مین یہ الفاظ ہین ثم اتاہ الثانیۃ فقال
علی حرفین ثم اتاہ الثالثۃ فقال علی ثلاثۃ احرف ثم جاءہ الرابعۃ
فقال ان اللہ یامرک ان تقرأ علی سبعۃ احرف فایما حرف
قرءوا علیہ فقد اصابوا انتہی کما ذکرہ القسطلانی
اور صحیح مسلم مین بھی یہ حدیث مذکور ہے مضمون اوسکا قریب
قریب حدیث صحیح بخاری کے ہے اسقدر الفاظ زیادہ ہین
فرددت الیہ ان ھوّن علی امتی بفقتہ الحاصل
تمام روایات کے جمع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسکے
لسانی مختلفت قریش واقوام قبائل عرب کی اجازت پڑھنے کی
بعض الفاظ کی نسبت اپنے اپنے محاورہ کے موافق دی گئی تھی
اور حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تھا
کہ میری امت مین بوڑھے اور لڑکے اور ضعفا اور کم علم [illegible]
[illegible] لوگ عرب مین موجود ہین اور انکے بول چال محاورہ
[illegible] واحد نہین ہین تو خدا سے درخواست کی تھی کہ [illegible]
مختلفہ مین پڑھنے کی اجازت ہوے اور یہ بارہا اجازت [illegible]
[illegible] کی [illegible] مین پڑھ لینے کی

اجازت نازل ہوئی اور وجہ اسکی صاف ظاہر ہے کہ خاص
قریش کے محاورہ پر جو قرآن نازل ہوا ہے اسکی پابندی
تمام عرب کی اقوام مختلف مقامون کے رہنے والون سے فوراً
نہین ہو سکتی تھی مثلاً دہلی اردوے معلی کی زبان کا دفعۃً
واحدۃً پابند ہو جانا اہل قریات تمام ہندوستان کا خالی
وقت سے نہین ہے ہان رفتہ رفتہ بعد مشق روزمرہ و تصحیح
محاورہ کی بدولت صحبت و تعلیم افصح الفصحا کے وہ دقت
جاتی رہتی ہے جو ابتدا مین واقع رہتی ہے خصوصاً جاہلون
اور بچون اور عورتون کو بڑی مشکل سے اپنا روزمرہ بدلنا
آسکتا ہے۔ اسیطرح عرب مین جب قرآن شریف خاص اس
قوم فصیح و بلیغ قریش کے محاورہ پر نازل ہوا تھا تو دیگر اقوام
کے لوگ جو بجاے کسی لغت قریش کے دوسرا لغت بولنے کی
عادی تھے یا اوسی لغت کو تھوڑے سے تبدیل کے ساتھ بولتے
رہے تھے گھبرانے لگے اور نماز مین دقت اوٹھانے لگے
اور ایک دوسرے سے جھگڑنے لگا اور غصہ کرنے لگا۔
اور بعض قوم کو حمیت سابقہ کا بھی خیال تھا کہ ہم اپنا محاورہ
کسواسطے ترک کرین سب طرح کی خلقت خدا کی ہوتی ہے
مگر رسول اللہ صلعم تو سب کے واسطے رحمت عام تھے خدا سے
باربار التجا کرتے رہے کہ ان لوگون کو وسعت دیجاے تاکہ
اپنے محاورہ مین اگر کسی لفظ کے بدلے دوسرا لفظ متحد المعنی
یا اوسی لفظ کی جگہ تغیر و تبدیل کے ساتھ انکی زبان سے لفظ
نکلے تو معاف فرمایا جاوے چنانچہ ایسا ہی حکم ہو گیا اور
جبرئیل نے حضرت کو اوسطرح بھی عرض کر دیا جسطرح لغات

مختلفہ مین خدا نے وسعت دینی منظور فرمائی اسیواسطے
لفظ انزل کا اوس اجازت اور وسعت کے باب مین وارد
ہوا ہے چنانچہ صحیح بخاری مین نزاع ہونا درمیان حضرت
عمر فاروقؓ اور ہشامؓ کے قصہ تلاوت سورہ فرقان مین حدیث میں
موجود ہے اور جب وہ جھگڑا حضور مین سید المرسلین صلعم
کے پہونچا تو آپ نے دونون کی قرات کو سنکر کذالک انزلت
فرمایا اور یہ ارشاد ہوا کہ ان ھذا القران انزل علی سبعۃ احرف
وجہ نزاع کی درمیان ہشامؓ اور حضرت عمرؓ کے یہ تھی کہ دونون
یہی فرماتے تھے کہ ہمکو حضرت رسول صلعم نے ایسا ہی تعلیم کیا ہے
اسیواسطے حدیث موصوف سے یہ بات نکلتی ہے کہ باوجود
اجازت اور وسعت سبعۃ احرف کے بھی حضرت رسالت صلعم
کی زبان وحی ترجمان سے سننا بھی ضرور سمجھا جاتا تھا یہ حکم نہ تھا
کہ ہر شخص اپنے محاورہ مین جو لفظ چاہے بولنے لگے چنانچہ
قسطلانی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین لکن الاباحۃ المذکورۃ
لم تقع بالتشہی ای ان کل واحد یغیر الکلمۃ بمرادفہا
فی لغتہ بل ذلک مقصور علی السماع
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کما یشیر الیہ قول کل من عمر وھشام
اقرأنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ یہ نہ سمجھنا چاہیے
کہ اختلاف احرف سے اختلاف معنی بھی جائز تھا ہرگز نہین
صرف اپنے محاورہ کا لفظ مترادف المعنی بولنے کی وسعت
نازل ہوئی تھی مثلاً اقبل وتعال وھلم وعجل
واسرع وانظر وتاملہ [illegible]

کرتے ہین اور اسکو حضرت عثمان نے جمع کیا اور اسکو زید بن
ثابت نے حضرت رسول صلعم کی حیات مین لکھا تھا اور یہی قرآن
بعینہٖ صدیق اکبرؓ کے زمانہ مین جمع ہو چکا تھا اور اب ہی حضرت
حفصہؓ کے پاس بھی موجود تھا اور جس لغت پر اسبا موجود ہے
یہی موافق اوس عرضہ کے ہے جو سال وفات سرور کائنات علیہ
التحیۃ والصلوٰۃ مین دوبار جبرئیل امین نے سنایا اور پڑھایا
اور بعض اصحابؓ اوس عرضہ اخیرہ مین موجود بھی تھے اور حضرت
صلعم پر چونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی سلسلہ تنزیل کا جاری تھا
لہذا عرضہ اخیرہ کے بعد ترتیب موجودہ قائم ہوئی اور تمام صحابہ
جو حافظ قرآن تھے اور حضور مین سید الانبیاء صلعم کے شرف
صحبت اکثر حاصل کرتے تھے ترتیب و لغت موجودہ کے عالم اور
واقف تھے اوسی ترتیب کو اور اوسی لغت قریش کو کاتبین
وحی اور حفاظ و علماء وحی کے اہتمام سے جمع صحابہ مین خلافت
راشدہ مین جمع کرنیکا اتفاق ہوا اور اوسی پر اجماع منعقد تھا اور
اور جسقدر نسخے تھے جن مین اپنے مذاق اور فوائد تفسیر دانی کے
لحاظ سے بعض صحابہ کرام کے پاس تھے وہ معدوم ہوگئین کیونکہ
کسی نے اس نظر سے کہ ہمکو ترتیب نزول سے ہر ایک سورہ
اور آیت کا زمانہ و شان نزول فراموش نہوگا موافق ترتیب
تنزیل کے جمع کر رکھا تھا بعضون نے چند سورتین ایک جگہ
جمع کر رکھی تھین بعض کے پاس پورا جمع نہ تھا بقدر اپنی یاد کے
کچھ لکھ رکھا تھا بعض نے کچھ الفاظ بطور تفسیر و معنی کے بھی ساتھ
کلام الٰہی کے ملا دیے تھے غرض کہ ہر طرح جسکی سمجھ مین آیا اصول کی
خواہش تھی کچھ جمع کر رکھا تھا جیسا کہ اب بھی بعض اشخاص مجموعہ

فیسالناہ فقال ماترک الا ما بین الدفتین بلفظہ
اور تواتر قرآن کا ایسے پوشیدہ نہ محتاج ثبوت و برہان نہیں رہا ہے
ہر عہد میں ہزاروں لاکھوں حافظ اوسکے چلے آئے ہیں اور انشاء اللہ
تعالیٰ تا قیامت ہوتے رہیں گے اور خدا تعالیٰ نے اوسکی حفاظت کا
وعدہ کرلیا ہے وانا لہ لحافظون فرمایا ہے اور تحریف
(کسی طرح کی کیوں نہو) باطل ضرور ہوگی مگر کلام اللہ میں باطل کا دخل
کسیوقت میں ہونے پاویگا چنانچہ خود جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ الایۃ
اور جمع ہونا قرآن شریف کا خاص لغت قریش پر خلافت راشدہ
میں اور موافق ہونا اوسکا عرضۂ اخیرہ جبرئیلؑ سے قسطلانی کی اس
عبارت شرح حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے حدیث یہ ہے
عن ابی ہریرہ قال کان یعرض علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی
العام الذی قبض (ای الی رمضان ۱۲) قسطلانی لکھتے ہیں واختلف ہل کانت
العرضۃ الاخیرۃ بجمیع الاحرف السبعۃ او بحرف
واحد منہا وعلی الثانی فہل ہو الحرف الذی
جمع علیہ عثمان الناس او غیرہ فعند احمد وغیرہ
من طریق عبیدۃ السلمانی ان الذی جمع علیہ عثمان
الناس موافق للعرضۃ الاخیرۃ ونحوہ عند الحاکم
من حدیث سمرۃ واسنادہ حسن وقد صححہ
ہو واخرج ابن عبید من طریق داؤد
ابن ابی ہند قال قلت للشعبی قولہ تعالی
شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

اما كان ينزل عليه في سائر السنة قال بلى
ولكن جبرئيل كان يعارض مع النبي صلى الله
عليه وسلم في رمضان ما انزل الله فيحكم الله ما يشاء
وينسخ ما يشاء فكان السر في عرضه مرتين في
سنة الوفاة استقراره على ما كتب في المصحف العثماني
والاقتصار عليه وترك ما عداه بلفظه اور قسطلانی نے
وسعت واباحت سبعہ احرف اور پھر اوسکی باقی نہونیکو بایں لکھا ہے
وهل هي باقية الى الان يقرأ بها ام كان ذلك ثم استقر
الامر على بعضها والى الثاني ذهب الاكثر كسفيان
بن عيينة وابن وهب والطبري والطحاوي
وهل استقر ذلك في الزمن النبوي
ام بعده والاكثر على الاول واختاره القاضي
ابو بكر بن الطيب وابن عبد البر وابن العربي
وغيرهم لان ضرورة اختلاف اللغات ومشقة
نطقهم بغير لغتهم اقتضت التوسعة عليهم في اول
الامر فاذن لكل ان يقرأ على حرفه اي طريقته في اللغة
الى ان انضبط الامر وتدربت الالسن وتمكن الناس
من الاقتصار على الطريقة الواحدة فعارض
جبريل عليه السلام النبي صلى الله عليه وسلم
القران مرتين في السنة الاخيرة واستقر على
ما هو عليه الان فنسخ الله تعالى تلك القراءات
الماذون فيها بما اوجبه من الاقتصار على هذه
القراءة التي تلقاها الناس الخ بلفظه

۵ سفیان وغیرہ اکثرون کی
یہ رائے ہے کہ وہ وسعت
ابتک باقی نہیں ابتدا میں
ابتدا میں بوجہ اختلاف
لغات و دقت تکلم کے
بغرض تسہیل یہ وسعت
دیگئی تھی بعد انضباط
لغت و عادت زبان
وہ دشواری جاتی رہی
لہذا سب منسوخ ہو کر قراءت
واحدہ مطابق دور اخیر
جبرئیل کے قائم ہوا وہی
ابتک جاری ہے ۱۲

مقتصرا من اللغات علی لغۃ قریش اذ ھی ارجحہا

اور زید بن ثابت کاتب وحی کے اہتمام سے خلافت صدیق مین جمع کیا جانا قرآن شریف کا صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے

عن ابن شہاب ان ابن السباق قال ان زید بن ثابت قال ارسل الی ابو بکر رضی اللہ عنہ قال انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتبع القرآن فتتبعت الحدیث۔

تنبیہ

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث مین کاتب وحی ہونا زید بن ثابت کا مذکور ہے نہ کسی دوسرے کا ہے اور حال یہ ہے کہ قرآن تو مکہ مین بھی نازل ہوا کرتا تھا اور زید بعد ہجرۃ کے ایمان لائے ہین تو وہ مدینہ مین تھے نہ مکہ مین تو انہون نے مکہ مین کیونکر کتابت وحی کی فرمائی ہوگی۔ اسکا یہ جواب ہے کہ کاتبین وحی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ تھے زید سے پہلے ابی بن کعب کاتب تھے اور اول سب سے مدینہ مین زید بن ثابت نے کتابت شروع کی تھی اور چونکہ وہ کثرت سے کتابت کرتے تھے اور عرضہ اخیرہ مین بھی موجود تھے اور ابتداء نزول سے اخیر تک قرآن موافق عرضہ اخیرہ کے جانتے تھے اور حضرت صلعم کو سنا چکے تھے لہذا اونہین کے ذمہ اہتمام جمع کرنے کا خلافت صدیق مین رکھا گیا تھا اور حدیث مین اونہین کے نام پر اختصار کیا گیا ورنہ اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ صدیق اکبر نے اپنے اور جملہ مہاجرین و انصار کے اتفاق سے جمع نکیا ہو اور صرف زید ہی کے لکھنے پر قناعت کی ہو۔ اور موید میرے قول کا ہے یہ امر کہ ارادہ جمع کرنے قرآن کا جسوقت صدیق نے کیا تھا

تو پہلے فاروق اعظم سے بحث ہوچکی تھی پس جبکہ ہر ایک بات مین
اتفاق ہو لیتا تھا تب عمل کیا جاتا تھا تو اتنے بڑے امر اہم
مین کیونکر اجماع و اتفاق نکر لیا جاتا اسیواسطے اقوال علماء دین
ائمہ فن حدیث و تفسیر کے جو مین نے اوپر نقل کیے ہین سب
صحیح اور دافع اشتباہ ہین اور اوسی مصحف کی نقل وہ مصحف ہے
جو پہر کاتبین وحی کے اہتمام اور اجماع صحابہ کرام سے عہد عثمان
غنی مین جمع ہو کر آج تک ہمارے پاس موجود ہے البتہ عہد
صدیق مین متعدد اشخاص کے پاس متفرق تھا اور اسیواسطے
آیت لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ خزیمہ انصاری کے پاس
زید کو ملی مگر اس سے کچھ شبہہ کی گنجایش نہین ہے کیونکہ زید کو
وقت تلاش کے صرف ایکہی شخص نے دی تو نفی کتابت
ماعدا خزیمہ کی لازم نہین آتی سے قطع نظر اسکے جب ہزارون
حافظ پورے قرآن کے موجود تھے تو لکھا ہوا متفرق ہونا کچھ خلل انداز
تواتر و شہرت کا نتھا چنانچہ خود زید بن ثابت حافظ قرآن تھے
انہون نے خود ہی آیت مذکورہ کو یاد کر کے تلاش کر لیا تھا
پس کوئی شبہہ باقی نرہا والحمد للہ علی ذلک - اب ہم اوس
حدیث کو نقل کرتے ہین جسمین جمع قرآن عہد عثمان مین اہتمام
بلیغ اصلی لغت قریش مین لکھے جانے کا مذکور ہے اور ناسخین و
جامعین بھی وہ ہی صحابہ تھے جو کمال حفظ قرآن و علم لغت مین
مامور تھے صحیح بخاری مین ہے کہ جب حذیفہ نے اختلاف لوگون
کا قرأت قرآن مین دیکھا تو عثمان غنی سے بیان کیا
حدیث قال فافزع حذیفۃ اختلافہم فی
القراءۃ فقال حذیفۃ لعثمان یا امیر المؤمنین

ادرک هذه الامة قبل ان یختلفوا فی
الکتاب اختلاف الیهود والنصاری
فارسل عثمان الی حفصة ان ارسلی الینا
بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم
نردها الیک فارسلت بها حفصة الی عثمان بامر زید
ابن ثابت وعبد الله بن الزبیر وسعید بن
العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام
فنسخوها فی المصاحف وقال عثمان
للرهط القرشیین الثلاثة اذا اختلفتم انتم
وزید بن ثابت فی شیء من القران فاکتبوه
بلسان قریش فانما نزل بلسانهم ففعلوا حتی
اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمان الصحف الی
حفصة فارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا الحدیث
اب بجز اس قول کی تصدیق میں حدیث لکھنی باقی ہے کہ حضرت
حفصہ کے پاس سے جو مصحف طلب کرکے نقل کیا گیا وہ مصحف جمع
کیا ہوا حضرت صدیق و فاروق کی خلافت کا تھا جس سے یہ نتیجہ
پیدا ہوتا ہے کہ اب جو قرآن موجود ہے خلافت راشدہ میں
ہوا ہے اور کوئی دوسرا قرآن مجمع علیہ صحابہ کا نہ تھا۔ چنانچہ
صحیح بخاری میں جو حدیث جمع کرانے قرآن کی بحکم صدیق اکبر کے
باہتمام زید بن ثابت کے روایت کی ہے اوس میں بعد ذکر ترتیب
قرآن کے یہ الفاظ وارد ہیں فکانت الصحف عند ابی بکر
حتی توفاه الله ثم عند عمر حیاته ثم عند حفصة بنت عمر رضی الله
عنہ بلفظہ قد رأیا الحدیث۔ الحمد للہ کہ جو معنی سبعہ احرف کے

ہوتی مگر پھر بھی اگر کوئی عالم مذہب اسلام او مسلمانان سے پوچھے
سور طعن نہوگا نہ قرآن کے تواتر و صحت مین خلل آویگا کما لا یخفی
اب ہمکو ضرورت ہے کہ اس شبہہ کو بھی رفع کرین جو ایک حدیث صحیح سے
پیدا ہوتا ہے جس مین بجاے سبعۃ احرف کے ثلثۃ احرف وارد
ہوا ہے اور وہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے سمرہ سے اوسکے
الفاظ یہ ہین انزل القرآن علی ثلثۃ احرف جواب اس شبہہ کا
یہ ہے کہ اجازت و وسعت دفعۃً واحدۃً واسطے سات لغت کے
نہین ہوئی تھی بلکہ تھوڑی تھوڑی وسعت دی گئی تھی اسیواسطے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ استزیدہٗ یعنے جبرئیل سے طلب زیادتی
وسعت کی مین کرتا رہا تاکہ جناب باری سے حکم زیادتی وسعت کا حاصل
کرا دین پس جائز ہے کہ سمرہ نے صرف تین حرف تک کی اجازت
سنی تھی اور روایت بھی کی تھی مگر بعدہ سات لغت تک کی اجازت
نازل ہوئی لامحالہ حدیث سبعۃ احرف راجح ہوگی نہ مرجوح مؤید میرے
قول کا ہے ابو شامہ کا قول جو قسطلانی نے نقل کیا ہے وہو ہذا
اراد ان انزل ابتداء علی ثلثۃ احرف ثم زید الی سبعۃ
توسعۃ علی العباد والاکثر انہا محصورۃ
فی السبعۃ بلفظہ اور سوال ثانی بھی پیدا ہوتا ہے جسکا جواب
دینا ضرور ہے وہ یہ ہے کہ اگر سبعۃ احرف مین پڑھنے کی اجازت
ہوئی تو ممکن نہین کہ وہ لغات مختلفہ نہایت مرتبہ فصاحت و بلاغت
مین ہون اور اعجاز قرآن باقی رہے پھر کیونکر باوجود مفقود ہوجانے
بلاغت اور فصاحت اور اعجاز قرآنی کے اجازت سبعۃ احرف کی
مان لیجاے ایک جواب تو اس شبہہ کا یہ ہے کہ اصل نزول قرآن
شریف کا لغت قریش پر ہوا تھا جو کمال مرتبہ فصیح و بلیغ تھا اور

اوسی سے مقابلہ میں فصحا و بلغا عاجز تھے اور وہ اباحت و اجازت
سبعۃ احرف کی بضرورت تھی دوم ہر لفظ قرآن کا معجز نہیں ہے
نہ ہر آیت معجز ہے بلکہ ہر سورہ معجز ہے لہذا فأتوا بسورة
من مثله فرمایا ہے نہ کہ فأتوا بآیة پس اگر بعض
الفاظ کی جگہ اپنی لغت میں اجازت تلاوت کی ہوئی تو وہ نظم بلیغ و
معانی و مضامین و احکام و رشد و رشاد و تعلیم اخلاق و اخبار حالات
ماضیہ و موجودہ و مستقبلہ و کشف حالات قلوب و مکنونات ضمائر عباد
و صدق بیان و ترغیب و ترہیب و وعد و وعید وغیرہ کمالات ممتنع
الجواب تمام سورہ میں خلل انداز نہ تھے سوم جو سات حرف اختیار
کیے گئے تھے وہ بھی اوس قسم کے تھے جو فصاحت میں اگرچہ برابر
قریش کے نہوں مگر بہ نسبت دیگر اقوام کے فصیح زیادہ تھے چنانچہ
اتقان میں ابو صالح سے قول ابن عباس کا مروی ہے قال نزل
القران على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن
قال والعجز سعد بن بكر وجشم بن بكر ونصر بن معاوية
وثقيف وهولاء كلهم من هوازن ويقال عليا
هوازن ولهذا قال ابو عمرو بن العلاء افصح العرب عليا
هوازن وسفلى تميم يعني بني دارم واخرج ابو عبيد
من وجه آخر عن ابن عباس قال نزل القران
بلغة الكعبين كعب قريش وكعب
خزاعة قيل وكيف ذلك قال لان الدار
واحدة يعني ان خزاعة كانوا جيران
قريش فسهلت عليهم لغتهم بلفظ دیگر اعجاز قرآن
میں کیونکر خلل آسکتا تھا اور یہ بات بھی جائز نہ تھی کہ ہر لغت ساتھ ترجمہ

[illegible] پڑھنا [illegible]

مباح کیا گیا تھا اور پھر بھی معنی مرادی میں تبدیل نہیں ہوتے تھے
چنانچہ اتقان میں ہے وقال ابو عبید لیس المراد ان کل
کلمة تقرأ علی سبع لغات بل اللغات السبع مفرقة فیه قال ابن عبد البر
انما اراد بهذا ضرب المثل للحروف التی نزل القرآن
علیها انها معان متفق مفهومها مختلف مسموعها لا یکون
فی شیء منها معنی وضده ولا وجه یخالف معنی وجه
خلافا ینفیه ویضاده کالرحمة التی هی خلاف
العذاب وضده تنبیہ حضرت عمر کا قول کہ نزل القرآن بلغة مضر
شاذ ہے اور حدیث کا نہیں ہے جیسے قول حضرت عثمان کا موجود ہے
کہ قرآن لغت قریش پر نازل ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے
کیونکہ قول فاروق میں اشارہ ہے [illegible] کی طرف جس میں لغت
مضر بھی شامل ہے [illegible] اگر مراد نہیں ہے پس توافق دونوں حدیث
میں موجود ہے اور تعارض مرتفع ہے یہ بھی بشرط تسلیم صحت اور
حدیث کے ہے جس میں قول حضرت عمر کا مروی ہے ورنہ [illegible]
بخاری کہ جس میں جمع ہونا قرآن کا بخلافت حضرت عثمان [illegible] مروی ہوا اور [illegible]
قریش پر نازل ہونا مروی ہے قابل [illegible] نہیں [illegible] جیسی حدیث بخاری کی ہے
فائدہ لغت قریش سے یہ مراد ہے کہ جس لغت کو وہ لوگ اپنے
محاورہ میں بولتے تھے اوسی پر قرآن نازل ہوا ہے خواہ وہ اون
قوم کا ہو خواہ قریب قریب کے قوموں کی لغت ہوں اور السنہ فصحاء
عرب و ہوا پر جاری تھی اور قریش نے اونکو اختیار کر لیا تھا اور عادت
اوسکی ہو گئی تھی چنانچہ اتقان میں ہے نقل ابو شامة عن
بعض الشیوخ انه قال انزل القرآن اولا بلسان قریش و

من جاورهم من العرب الفصحاء ثم ابيح للعرب
ان يقرؤوه بلغاتهم التی جرت عادتهم باستعمالها
علی اختلافهم فی الالفاظ والاعراب ولم يكلف
احدٌ منهم الانتقال عن لغة الی لغة اخری للمشقة
ولما كان فيهم من الحمية ولطلب تسهيل المراد
وزاد غيره ان الاباحة المذكورة لم تقع
بالتشهی بان غير كل احد الكلمة بمرادفها
فی لغته بل المرعی فی ذلك السماع
من النبی صلی الله عليه وسلم انتہی

بیان سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نزول قرآن کا لغت قریش اور
جیران قریش پر ہوا تھا اور سکے بعد اجازت دوسری لغات میں پڑھنے کی
دی گئی تھی تاکہ دیگر اقوام کی عادت ترک کرنے میں دقت نہ ہو
اور وہ اباحت بھی منحصر تھی انہیں لغات میں جو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے سنیں نہ کہ اپنی اپنی خواہش کے
موافق تلاوت کرنے لگیں اب تو وہ شبہ بھی رفع ہو گیا جو بعض
عیسائی مذہب نے وارد کیا ہے کہ قرآن میں بعض لغت غیر قریش
کی زبان کے بھی موجود ہیں تو پھر یہ فرمانا خدا تعالے کا وما ارسلنا
من رسول الا بلسان قومہ کیونکر صحیح ہوگا اس اعتراض کا
جواب صاف ظاہر ہوا کہ جیران قریش کے بعض الفاظ جو قریش کی
زبان زد ہو گئے تھے تو وہ گویا قریش ہی کی زبان ہو گئے تھے اور
قرآن شریف اوسی محاورہ موجودہ پر نازل ہوا تھا جسکو قریش
فصیح و بلیغ سمجھتے تھے اور یہ امر خلاف قیاس نہیں ہے بلکہ مشاہدہ
مخالف ہے اب بھی ہر ایک زبان میں دوسری [illegible]

مل جل کر اصل لسان ہو جانے کا رواج موجود ہے اور چونکہ ایسی ہی
لغت قریش کے محاورہ کا بعینہ سبعۃ احرف سے باقی ہے لہذا
بعینہ وہ ہی سب الفاظ موجود ہیں اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اسی جگہ وہ شبہہ بھی رفع کردیں جو بعض مخالفین مذہب اسلام نے
لکھا ہے کہ یہ کیونکر قرین قیاس ہے کہ جبرئیل ایک لفظ کو سات بار
پڑھتے ہونگے ہم جواب دیتے ہیں کہ ہر حرف سات حرف نہیں
پڑھا جاتا تھا جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کردیا بلکہ جبرئیل ہر بار جب نازل
ہوتے تھے ایک ایک حرف یا دو دو حرف میں عرض کردیتے تھے
یہانتک کہ سات حرف تک نوبت پہونچی چنانچہ اتقان میں ہے کہ
واجیب بانہ انما یلزم ھذا لو اجتمعت الاحرف
السبعۃ فی لفظ واحد ونحن قلنا کان جبریل یاتی فی کل
عرضہ بحرف الی ان تمت سبعۃ بلفظہ ایک اور بھی شبہہ وارد ہوتا ہے کہ حدیث بخاری سے
شروع ہوا حضرت عمر فاروق رض اور ہشام بن حکیم میں دربارۂ اختلاف قرات ثابت ہوتا ہے حالانکہ
وہ دونوں صحابی قریشی تھے پھر اپنی لغت قریش میں کیونکر نزاع کرتے ہونگے جواب اسکا
یہ ہے کہ ہشام رض نے غیر لغت قریش پر اوس لغت کو پڑھا ہوگا
جسکی اباحت آگئی تھی لہذا فاروق رض کو سنکر تعجب ہوا اور اگر ایک ہی
لغت قریش میں پڑھتے تو جھگڑا کیوں پڑتا ہشام سمجھے تھے کہ جیسا
میں نے سنا ہے یوں ہی پڑھنا درست ہے فاروق رض نے سمجھا کہ
میں نے اس لغت کو زبان سرور انس و جان سے تو سنا ہی نہیں ہے
ہشام کیونکر پڑھتے ہیں آخر رسول صلعم نے دونوں کو سمجھا دیا کہ اسطرح
اجازت ہے اور ایسا ہی نازل ہوا ہے دونوں کی قرات صحیح ہے
اس مقام سے وہ شبہہ بھی رفع ہوگیا جو بعض علماء نے سمجھا ہے
کہ سات لغتیں بھی خاص قریش کے تھے نہ دیگر اقوام [illegible] کے

اسیواسطے اعادہ ان میں بہا ہے فدل ھٰذا علی ان المراد
بالاحرف السبعۃ غیر اللغات سوال ثانی یہ ہے بعض روایات سے
پایا جاتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل قرآت
نہیں سمجھتے تھے اب یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن موجودہ پہ اجماع کل
صحابہ کا نہیں ہوا تھا یا یہ کہنا پڑے گا کہ ابن مسعود نے خرق اجماع کیا
وفیہ مافیہ الجواب پہلے تو ہم صحت اوس روایت کی یقینا نہیں تسلیم
کر سکتے جن میں خلاف ابن مسعود کا مذکور ہے کیونکہ نقادان فن حدیث
کے نزدیک وہ حدیث موضوع و متکلم فیہ ہے اور انتساب اوس قول کا
طرف ابن مسعود کے منع کیا گیا ہے چنانچہ امام نووی شرح المہذب میں
فرماتے ہیں اجمع المسلمون علی المعوذتین والفاتحۃ من القرآن
وان من جحد منہا شیئا کفر وما نقل عن ابن مسعود باطل
لیس بصحیح وقال ابن حزم فی المحلی ھٰذا کذب علی ابن مسعود
موضوع وانما صح عنہ قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیہا
المعوذتان والفاتحۃ ... شرح ... کما فی لانہ
لم یر مثلہن یعنی لم یکن آیات سورۃ کلہن تعویذ
للقاری غیر ھاتین السورتین ولذلک
کان صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من عین الجان
وعین الانسان فلما نزلت المعوذتان اخذ بہما وترک
ماسواھما ولما سحر استشفی بہما وانما کان کذلک
لانہما من الجوامع فی ھٰذا الباب وفی الحدیث
دلیل واضح علی کون المعوذتین من القرآن
ورد علی من نسب الی ابن مسعود خلافہ انتہی بلفظہ
الحاصل جب کہ محققین فن حدیث کو صحت روایت سے انکار ہے

ہو نہ اعتراض ابن مسعود پر وارد ہوتا ہے نہ اجماع صحابہ میں خلل آسکتا ہے اور تمام اشکال سے خلاص حاصل ہوتا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی رح سے بھی اتقان میں نقل کیا ہے والاغلب علی الظن ان نقل ھذا المذھب عن ابن مسعود نقل باطل وبہ یحصل الخلاص عن ھذہ العقدۃ بلفظہ اب ہم تنزل اختیار کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ ابن مسعود نے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین کو داخل اپنی مصحف کے نہیں کیا تھا مگر اوس سے قرآنیت کا انکار لازم نہیں آتا کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ منزل من السماء اور وحی آسمانی نہیں ہیں بلکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ معوذتین محض واسطے تعوذ کے نازل ہوئی ہیں اور فاتحۃ الکتاب معمول جاری سورہ نہیں ہے ہمیشہ پانچ وقت نماز میں پڑھی جاتی ہے اور لکھ لینا صرف واسطے حفظ کتاب آسمانی کے ہے تاکہ سہو و محو نہ ہو جاوے اور وہ سمجھتے تھے کہ قرآن میں ہمکو اوسیقدر داخل کرنا چاہیے جسقدر خاص رسول صلعم نے ہمکو اجازت دی ہو لہذا اپنے پاس جو مصحف جمع کر رکھا تھا اوس میں اونکو داخل نکرتے تھے یعنے قرآن ہونے کے تو قائل تھے مگر کتابت فی المصحف سے انکار کرتے تھے چنانچہ قاضی ابوبکر رح نے لکھا ہے لم یصح عنہ انھا لیست بقرآن الی قولہ وانما حکھا من مصحفہ انکارا لکتابتھا لا جحدا لکونھا قرآنا لانہ کانت السنۃ عندہ ان لا یکتب فی المصحف الا ما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باثباتہ فیہ ولم یجدہ کتب ذلک ولا سمعہ امر بہ اور ابن قتیبہ نے لکھا ہے واما اسقاطہ الفاتحۃ من مصحفہ فلیس لظنہ انھا لیست من القرآن

ظن غالب یہی ہے کہ یہ روایت ابن مسعود سے منقول ہونا باطل ہے اور یہ نہیں اس اعتراض سے خلاصی ہو سکتی تھی

۲ نہ داخل کرنا اور نہ سورۂ فاتحہ کو اپنی مصحف میں بگمان عدم قرآنیت

معاذ اللہ و ذهب ان القرآن انما لكتب وجمع بين
اللوحين مخافة الشك والنسيان والزيادة و
النقصان و رأى ان ذلك مامون في سورة
الحمد لقصرها و وجوب تعلمها على كل احد بلفظه
اب تو معلوم ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ کو ابن مسعود نے اس خیال سے
مصحف میں نہیں لکھا تھا کہ لکھ لینا قرآن کا صرف واسطے حفاظت
قرآن کے ہے تاکہ زیادہ نقصان و نسیان سے محفوظ رہے مگر چونکہ
سورۂ فاتحہ چھوٹی سی ہے اور نماز میں پڑھنے کے واسطے سیکھنا
اوسکا ہر مسلمان پر واجب ہے تو اوسمیں وہ خطرہ نسیان و زیادہ
و نقصان کا نہیں ہے جو باقی مصحف میں ہے اسواسطے مصحف میں
نہیں لکھی تھی مگر اس رائے سے نہ تو انکار قرآنیت سے لازم آتا ہے
نہ کوئی شبہہ پیدا ہوتا ہے ہر شخص کو اختیار تھا کہ جس سورۂ قرآنی کو
چاہے یاد رکھے چاہے لکھ رکھے تو مجموعۂ قرآنی و وحی آسمانی میں
کیونکر خلل آسکتا ہے ابن مسعود کو ضرورت تحریر کی نہ معلوم ہوئی
تو نہ سہی اوسمیں کیا قصور ابن مسعود کا ہے اور کیا شبہہ کی جگہ قرآن
شریف میں ہے اور معوذتین کی بھی قرآنیت سے انکار ثابت نہوا
اب چاہو اپنے پاس لکھ رکھو چاہو زبانی حفظ کر لو چاہو اون سورتون
سے تعوذ کرو چاہو تلاوت کا ثواب حاصل کرو قرآن شریف پر کوئی
اعتراض وارد ہوتا ہے نہ ابن مسعود کی وہ رائے اجماع میں مخل ہے
کیونکہ لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ سے نفی کتابت کی کسی
زمانہ میں پائی جاتی ہے نہ نفی اعتقاد قرآنیت کی قسطلانی بھی شرح
صحیح بخاری میں لکھتے ہیں ان ابن مسعود لم ینکر قرانیتهما وانما
انکر اثباتهما فی المصحف فانه کان یری ان لا یکتب فی المصحف شیء

الا ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی کتابتہ فیہ وکانہ لم یبلغہ الاذن فی ذلک فلیس فیہ جحد القرانیتہما بلفظہما قد رھن ابی بکر الباقلانی فللہ درہ ما ادق نظرہ

اور دوسری روایتیں جو بلفظ انہما لیستا من کتاب اللہ اگر یہ قول بھی ابن مسعود کا صحیح مان لیا جاتا ہے بھی مراد اونکی یہی ہو کہ داخل قرآن سمجھا نہ لکھتے تھے مصحف کو کتاب اللہ اور قرآن شریف بولنے کی عادت راویان اخبار کی تھی کسی نے تصریح لا یکتب المعوذتین اپنے گمان پر بیان کیا ہے کسی نے اونکا گمان لکھدیا ہے غرض دونوں کی واحد ہے اب ہم اس سے زیادہ تنزل اختیار کرتے ہیں اور واسطے اطمینان خاطر معترضین کے تسلیم کرتے ہیں کہ ہاں ابن مسعود ایسا ہی سمجھے ہونگے کہ معوذتین وفاتحہ قرآن سے علیحدہ ہیں اور داخل کتاب اللہ نہ کرتے تھے بلکہ اوسکو کتاب اللہ سے منفک کردیتے تھے پھر بھی کسی حدیث صحیح سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر بعد جمع ہونے قرآن شریف کے خلافت حضرت عثمان رض میں بھی قائم رہے تھے قبل جمع ہونے قرآن شریف کے اپنی اپنی راے سے صحابہ کے پاس جو مختلف طور پر مصاحف لکھے ہوئے تھے اور اونکا حال جواب سوال اول میں ہم لکھ چکے اوسی اختلاف کے دفع کرنے کے واسطے ضرورت جمع ہونے قرآن کی پڑی تھی اور بعد جمع ہو جانے کے اوسی پر اتفاق صحابہ کا چلا آیا کسی نے کوئی دوسرا مصحف جاری نہ رکھا نہ اختلاف کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت باقی رہی لامحالہ ابن مسعود بھی اوس اجماع سے خارج نہیں ہیں اور جب ابن مسعود نے اپنی راے سابق سے رجوع کیا اور خطاے اجتہادی اونکی بھی باقی نہ رہی تو ابن مسعود پر بھی طعن وارد نہیں ہوسکتا قبل جمع ہونے

قرآن سے اونکی سمجھ مین کچھ ہی کیون نہ آیا ہو مگر بعد اوس کے سب صحابہ
کے ساتھ ایسے متفق ہوے کہ بعض قراء مابعد کا سلسلۂ اسناد اونہین تک
پہونچتا ہے جسمین فاتحہ اور معوذتین داخل قرآن ہین چنانچہ محلی مین صاف
موجود ہے هذا كذب على ابن مسعود موضوع وانما
صح عنه قرأة عاصم عن زر عنه وفيها المعوذتان والفاتحة بلفظہ او فتح الباری
شرح بخاری مین ہے ثم لعله رجع عن قوله ذلك الى
قول الجماعة وقد اجمع الصحابة عليهما واثبتوهما فى المصاحف
اللتى بعثوها الى سائر الافاق اگر اسقدر پر بھی کسی کے دل سے اشتباہ
نہ جاتا رہے تو کتاب ہدیہ سے سلسلۂ اسناد عاصم کا ہم نقل کیے دیتے ہین
جو علاوہ سلسلہ زر کے بھی مروی ہے حیث قال والخامس
عاصم امام الكوفة روى عنه ابوبكر شعبة بن عباس وحفص
بن ابى داود ورويا عنه قرأة وسماعا وقرأ عاصم على ابى عبد الرحمن
عبد الله بن حبيب السلمى وزر بن حبيش واخذ ابو
عبد الرحمن عن عثمان بن عفان وعلى بن ابى طالب
وزيد بن ثابت وعبد الله بن مسعود رضى الله عنهم
واخذ هولاء القراء عن النبى صلى الله عليه وسلم بلفظہ
تنبیہ صحیح بخاری مین جو یہ حدیث وارد ہے قال انى عند عائشة
ام المومنين رضى الله عنها اذ جاءها عراقى فقال اى
الكفن خير قالت ويحك قال يا ام
المومنين اريني مصحفك قالت لم قال
لعلى اولف القرآن عليه فانه يقرأ غير مولف الحديث
اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ عراقی کون تھا اور
کس وقت مین حاضر ہوا تھا بعد شائع ہونے ترتیب و جمع قرآن کے

خلافت ثالثہ مین ماقبل اوس سے اور بشرط بداہت بھی مجموعہ
شہرت جدیدہ کی ہو چکی تھی اور اختلافات آراء خلائق رفع ہو گئے تھے
ماقبل اوس سے ایا تھا اور بعد شہرت بھی جائز ہے کہ اوسکے پاس
جو قرآن پہلے سے تھا وہ موافق جمع و ترتیب عثمانی کے نہو اب اوس
ترتیب کے موافق تصحیح کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک ایک ہی جلد چند
ملکون مین بھیجی گئی تھی بہت جابجا ہر شخص کو اوسکے موافق تصحیح کا
اتفاق ہونا محال عادی تھا پس اس حدیث سے جو ابن حجر نے
یہ خیال کیا ہے کہ اوسکے پاس مصحف غیر مولف موافق ترتیب ابن مسعود
کے ہوگا اور ابن مسعود اپنی قرائت پر روز اپنے مصحف کے معدوم
ہونے پر قائم تھے محض تحکم ہے اور بمقابلہ احادیث صحیحہ اقوال
کثیرہ محققین کے خلل انداز ہماری تقریر کا نہین ہے اور بالفرض یہ بات
بھی مان لیجاے کہ اوسکے پاس موافق ترتیب ابن مسعود کے تھا
تب بھی کچھ قباحت نہین ہے ہان اوسی قسم کی ترتیبین اور اختلافات
دفع کرنے کے واسطے جمع کرنا قرآن شریف کا ضرور ہوا تھا
اسی واسطے آہستہ آہستہ اپنے اپنے پاس سب نے موافق
ترتیب عثمانی کے نقل کر لیا پس جو واقعات عین زمانہ تصحیح مصاحف
کے ہون وہ منافی ہمارے مدعا کے نہین ہین اور بعض صحابہ نے
وقت پہونچنے قرآن کے ممالک بعیدہ مین قبل تنقیح اصل حال کے
اپنے پاس مصاحف قدیمہ رہنے دیے ہون اور دفعۃً واحدۃً
اونکو معدوم نکیا ہو خواہ اپنی قرأت پر قائم رہے ہون تو بھی
اوس سے مصحف عثمانی مین کچھ خلل نہین آسکتا ہے کیونکہ آخرکار
سب کا اتفاق اسی مصحف پر ہوتا چلا گیا اور تلاوت کرنا بعض
سورتون کا جو کہ موافق ترتیب عثمانی کے نہو کچھ قباحت نہین ہے

فاقرؤا ما تيسر من القرآن موجود ہے تو اپنی قرأت سے رجوع نکرنا خواہ اپنے پاس کے قرآن کو جو پہلے سے موجود تھا معدوم نکرنا دوسری بات ہے اور اتفاق کر لینا ترتیب عثمانی کی امر آخر ہے دونوں میں تعارض نہیں ہے اور جونکہ خود صاحب فتح الباری لکھ چکے ہیں ثم لعله برجع عن قوله ذلك الی قول الجماعة الخ تو پھر اوسکے خلاف وہ کیونکر خیال و جزم و یقین ابن مسعود کی مخالفت کا کر سکتے ہیں لامحالہ قائم رہنا ابن مسعود کا اپنی قرأت پر اور معدوم نکرنا اپنے مصحف سابق کا منافی اوس قول فتح الباری کا نہوگا جو ابھی مذکور ہوا علاوہ اسکے جائز ہے کہ مجرد دیکھنے مصحف عثمانی کے ابن مسعود کا رجوع منقول نہوا ہو اور ایک نئی بات ظہور میں آنے سے قبل تدبر و تحقیق کے پہلا خیال ہی چند روز باقی رہا ہو آخر کار رجوع اپنی راے سے کیا ہو پس کوئی تعارض کسی قول بے سند میں بھی باقی نہیں رہتا ہے ورنہ ہم ہرگز مقابلہ احادیث صحیحہ او تحقیق علماء دین اور اتفاق جمہور امت کے مجرد احتمال کسی عالم کا قابل یقین و تسلیم نہیں سمجھتے ہیں خصوصًا اس وجہ سے کہ جس حدیث عائشہ صدیقہ سے وہ شبہہ کیا جاتا ہے اوس میں ہرگز کوئی اشارہ مخالفت ابن مسعود کا نہیں ہے نہ تو کوئی لفظ حدیث کا منطوقًا اشارہ کرتا ہے نہ کسی روایت کا فتح الباری میں حوالہ دیا ہے جس سے مخالفت ابن مسعود کی ثابت ہوسکتی ہے بمقابلہ متواترات کے مجرد احتمالات سے کام نہیں چلتا ہے الیقین لا یزول الا بالیقین شک اور قطع نظر اسکے اپنی قرأت پر قائم رہنا اور اپنے مصحف کو معدوم نکرنا مستلزم اس امر کا نہیں ہوسکتا کہ سورۂ فاتحہ و معوذتین کی قرآنیت سے انکار ہو یا اونکی کتابت نکرنے پر بھی اصرار رہا ہو نہایت مرتبہ یہ ثابت ہوگا کہ اونکی قرأت قائم رہی پس اختلافات

قرأت سے کیا بحث ہے کلام تو معوذتین اور فاتحۃ الکتاب مین ہے
کہ وہ ابن مسعود کے نزدیک وحی آسمانی تھین یا نہین اگر تھین تو اونکی
کتابت قرآن مین ضرور چاہیے تھی یا نہین جسکا جواب شافی ہم
دے چکے پس ابن حجر کے قول احتمالی و بلاسند تقریر سے بھی
ہمارے مدعا مین خلل نہین ہو سکتا ہے اب ہم وہ احادیث
نقل کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ و معوذتین قرآن
شریف کی سورتین ہین صحیح بخاری مین ہے قلت یا رسول اللہ انک قلت
لاعلمنک اعظم سورۃ من القرآن قال الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی
والقرآن العظیم الذی اوتیتہ قسطلانی اسکی شرح مین لکھتے ہین واسم القرآن یقع
علی البعض کما یقع علی الکل ویدل علیہ قولہ تعالی بما اوحینا
الیک ھذا القرآن یعنی سورۃ یوسف بلفظہ اب تو کچھ شک نرہا کہ سورۂ فاتحہ
قرآن شریف مین داخل اور اوسکا ایک جزو ہے اور
ابن مسعود جو اوسکو بھی مثل معوذتین کے علحدہ رکھتے ہونگے
اوسکی وجہ ایک تو وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے کہ اوسمین احتمال
سہو و نسیان و زیادۃ و نقصان کا نہ تھا کیونکہ نماز مین پڑھنا
اوسکا ہر شخص پر واجب ہے دوسرے اوسکو بھی رقیہ سمجھتے تھے
تیسرے وہ معاملہ قبل جمع ہونے قرآن کا تھا اپنی اپنی
راے و اجتہاد کے موافق بعض صحابہ نے قرآن جمع کر رکھا تھا
جیسے اونکا یہ گمان تھا کہ جس سورہ کو بالخصوص لکھنے کا
حکم حضرت صلعم نے دیا ہے اوسیکو لکھونگا اب ہم
معوذتین کے متعلق احادیث بیان کرتے ہین صحیح مسلم
مین ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الم تر آیات انزلت ھذہ

ف پوچھا مین نے رسول خدا صلعم سے کہ فرمایا تھا آپ نے سکھا دینگے کو مجھ بڑی سورہ قرآن کی فرمایا الحمد للہ رب العالمین یعنی سات آیتین ہین قرآن عظیم کہ مجھے دی گئی ۱۲

ف جزو قرآن کو بھی قرآن بولتے ہین جیسا کہ فرمایا اللہ نے وحی کی ہم نے تجھ پر یہ قرآن یعنی سورہ یوسف

ف فرمایا رسول خدا صلعم نے کیا ہرگز نہ دیکھا مثل ان آیتون کے جو اس رات کو نازل ہوئین یعنی معوذتین

علم دیا رسول صلعم نے نماز کی بعد معوذتین پڑھنے کو ... نماز صبح مین اون دونون کو پڑھا ۱۲

اللیلۃ لم تر مثلهن قط قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وعنه ایضًا امرنی رسول اللہ صلعم ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوٰۃ رواہ ابو داود والترمذی وعند النسائی عنه ایضًا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأهما فی صلوٰۃ الصبح اور قسطلانی لکھتے ہیں فقد تقید التواتر ببطول ایرادها بلفظه

تنبیہ اس مقام پر ایک شبہ وارد ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں سبع مثانی کے بعد حرف عطف کے ساتھ والقرآن العظیم ارشاد ہوا ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت ہونی چاہیے پھر کیونکر سورۂ فاتحہ جزو قرآن ہوسکتی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جائز ہے کہ ذکر اسکے دو صفتیں مراد ہوا اور ایک دوسرے پر معطوف ہو چنانچہ قسطلانی لکھتے ہیں قال التوربشتی ان قیل کیف صح عطف القرآن علی السبع المثانی وعطف الشئ علی نفسه مما لا یجوز قلنا لیس کذلک وانما هو من باب ذکر الشئ بوصفین احدهما معطوف علی الآخر والتقدیر اتیناک ما یقال له السبع المثانی والقرآن العظیم ای الجامع لهذین النعتین وقال الطیبی عطف القرآن علی السبع المثانی المراد منه الفاتحة وهو من باب عطف العام علی الخاص تنزیلا للتغایر فی الوصف منزلة التغایر فی الذات والیه اومی صلی اللہ علیہ وسلم بقوله الا اعلمک اعظم سورۃ فی القرآن الخ دوسرا شبہ یہ ہے کہ حدیث میں ہی السبع المثانی فرمایا ہے اور قرآن شریف میں سبعًا من المثانی ارشاد ہوا کیا وجہ اختلاف کی ہے جواب اسکا بھی قسطلانی نے خوب دیا ہے حیث قال اجیب بانه لا اختلاف بین الصیغتین اذا جعلنا من للبیان انتهی بلفظه سوال تیسرا یہ ہے کہ قرات سبعہ کی کیا اصل حقیقت ہے اور حصر اونکا سات قراتوں میں صحیح ہے یا نہیں اور اونکے تواتر میں کیا تحقیق ہوا ہے الجواب قرأت کا اختلاف ما بعد اسکے

سبعہ احرف سے ہے بعض علمانے جو اوسی کو سبعہ احرف مین محدود
کیا ہے عند المحققین و جمہور علماے دین قابل قبول نہین ہے جیسا کہ
ہم بیان بھی کر چکے پس ایک ہی لغت مین اختلاف قرات کا ہے
اور وجہ اوس اختلاف کی صریح ظاہر ہے کہ ادا کرنا الفاظ وحی کا ساتھ
مخارج حروف اور کیفیت مد و ادغام و وقف و امالہ و اظہار و اخفا
و سکتہ وغیرہ ضروریات کی ایک ہی لہجہ اور آواز اور محاورہ پر تمام قوم نہین
سے محال تھا جیسا کہ ہر ایک زبان مین آج تک اختلاف موجود ہے
کہ تلفظ مین کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اور اونہین اختلافات
اہل لسان سے قواعد صرف و نحو کے اخذ کیے گئے ہین کوئی ذی علم
تجربہ کار ذرا بھی اس باب مین تردد نہ کریگا کہ الفاظ کا ادا کرنا مختلف
لب و لہجہ کے ساتھ لابدی و امر عادی ہے پس صحابۂ کرام بھی اوسیطرح
رسول صلعم کے سامنے تلاوت کرتے تھے اور نماز مین قرات
قرآن کی اوسی عنوان تکلم کے ساتھ ہوا کرتی تھی اور جب شارع
علیہ الصلوۃ والسلام نے اونکو اس امر مین مجاز رکھا تھا اور تکلیف
مالا یطاق مین گرفتار کرانا اور تسہیل کی جگہ دقت مین ڈالنا امت کا
نبی الرحمہ صلعم کو منظور نتھا تو وہ اختلافات ابتداے زمانہ نزول
وحی سے آج تک صحیح و جائز چلا آیا اور چونکہ ہر وقت مین ہزارون
بلکہ لاکھون قاری قرآن شریف کے ہوتے رہتے تو جسطرح
تمام الفاظ قرآن کے متواتر ہین قرات بھی متواتر رہین اور
بڑے بڑے شہرون مین بعض محققین کو امام اس فن خاص
کے تنقید کا قرار دیا گیا تاکہ قرات متواترہ و شاذہ و احاد مین
صحیح علیہ قول پر عمل رہے اور خلط ملط ہونے نپاوے چنانچہ
نافع امام اہل مدینہ کے و عبداللہ بن کثیر امام اہل مکہ و ابو عمرو بن العلا امام بصری

امام اہل بصرہ و عبد اللہ بن عامر امام اہل دمشق و عاصم امام اہل کوفہ و حمزہ امام اہل کوفہ بعد عاصم کے و علی بن حمزۃ الکسائی امام اہل کوفہ کے بعد حمزہ کے مشہور معروف ہوئے ان بزرگوارون نے تحقیق قرات مین کمال حاصل کیا تھا اور انکا اسناد طرق معدودہ کے ساتھ صحابہ کرام و رسول انام صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا تھا اور اون سے اسناد متاخرین کا سلسلہ جاری تھا یہ طریقہ واسطے مزید احتیاط اور قائم رکھنے علم قرائت و صحت اسناد کے جاری ہوا تھا ورنہ وہ بزرگان دین موجد قرائت کے نہین ہین نہ اونہین سات پر حصر صحیح ہے بلکہ علاوہ اونکے بھی ابی جعفر و شعبہ و اعمش وغیرہ امام اس فن کے سمجھے گئے ہین اور ائمہ موصوفین سے ایسا فیض جاری ہوا کہ قواعد منضبط ہوکر تدوین مین آگئے اور ذریعہ تحقیق اقسام قرات کا بھی ہاتھ آیا الحاصل یہ اختلافات قرات کئی قسم کے ہین ہر ایک کو علحدہ علحدہ یاد رکھنا ضروری ہے اول صرف اختلاف تفخیم و ترقیق مخارج حروف کا ہے دوم تخفیف و تشدید و حذف ہمزہ و وقف و ادغام و امالہ و مد و سکتہ و رسم خط وغیرہ کا ہے سوم بعض الفاظ کو ابواب ثلاثی و رباعی مجرد مین ہی پڑھتے ہین اور اونہین الفاظ کو ثلاثی مزید و رباعی مزید مین یا دوسرے باب مین بھی بولتے ہین یا واحد کے صیغہ کو تھوڑی سی مد بڑھانے سے جمع پڑھتے ہین مثل رفرف و رفارف و عبقری و عباقری چہارم کبھی کبھی بعض الفاظ کے تلفظ مین اختلاف معنی بھی ہوجاتا ہے اور حرکات بھی بدل جاتی ہین پنجم کوئی کلمہ زائد بھی بعض روایات مین پایا جاتا ہے قسم اول و دوم و سوم مین صرف لب و لہجہ کی اختلاف سے اختلاف قرات ہوتا ہے اور کوئی تغیر و تبدیل معنوی اس قسم کی نہین ہوجاتی کہ بحث کی ضرورت ہو

قسم چہارم مین کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر اختلاف معنی سے تغییر
معنی واحد کی نکل سکتی ہے تو اوسکو غایت مرتبہ فصاحت و بلاغت
مین سمجھنا چاہیے نہ کہ اوسمین شک و تردد کرنا اور اگر تعدد حکم کا بھی
ہو جاوے تو اوسکو بمنزلہ آیت علیحدہ کے سمجھنا چاہیے اور
یہ بھی کمال فصاحت و بلاغت ہے کہ ایسا کلمہ نازل ہوا کہ جب اوسکو
تھوڑی حرکت بدلنے کے ساتھ تلاوت کیا جاوے تو ایک دوسرا
حکم احکم الحاکمین کا بھی معلوم ہو جاوے اور اگر اختلاف اس قسم کا ہو کہ
دونون لفظ کے معنی مین تضاد پایا جاوے تو اس قسم کا اختلاف
تمام قرآن مین میری نظر سے نہین گذرا نہ کسی قرات متواترہ مین
ثابت ہوا اب جملہ صورتین اختلاف کی بیان کرکے ہم ایک امر
ضروری کی طرف تنبیہ کرتے ہین کہ سواے اوس قسم کے جو بحسب
تلفظ و قواعد صرف و نحو و علم لغت و معانی بیان کی طریقہ سے بھی ہین
باقی اختلافات قرائت اس قسم کے جنمین اختلافات احکام و معانی
پائے جاتے ہون ہرگز مقبول نکیے جاوینگے جب تک احادیث
صحیحہ خواہ اجماع امت و تواتر سے ثبوت اوسکا نہوگا کیونکہ قرآن
ثابت نہین ہوتا اخبار احاد سے پس بمقابلہ قرات متواترہ کے
جو قرات شاذہ ثابت کیجاویگی وہ کبھی معتبر نہوگی اور اوسکا پڑھنا
نماز مین جائز نہوگا اور اس امر مین کمال احتیاط کرنی ہوگی بعض اشخاص
فی زماننا جو یہ سمجھ رہے ہین کہ اختلافات قرائت سبعہ کا نام لیکر قرات
شاذہ کو بھی قرآن بیان کرنے سے ہماری ذی علمی ثابت ہوگی
اون سے خبردار رہنا چاہیے اب رہ گئی قسم پنجم جس مین کوئی کلمہ
زائد پڑھا جاوے میری تحقیق مین تمام قرآن شریف موجودہ کی
سوا کوئی کلمہ زائد تواتر یا احادیث مفید یقین یا اجماع امت سے

ثابت نہین ہے ہان بعض قرأت شاذہ بیان کیے جاتے ہین
جو نہ قرآن مین نہ حدیث پھر اونکا ذکر بھی بیفائدہ ہے الغرض
صرف قرائت متواترہ معتبر ہے خواہ ساتون ائمہ قرائت سے
مروی ہو خواہ اون کے سوا اورا ماموں سے منقول ہو سوال
بعض مسائل شرعیہ ایسے بھی منقول ہین جو اخبار احاد سے اختلاف
قرأت مقبول رکھکر بیان لیے گئے ہین جواب ہرگز قرآن کا لفظ
ہونا کسی اخبار احاد سے یقین نہین کیا گیا ہان کبھی ایسا اتفاق
ہوا ہے کہ کوئی حدیث منجملہ اخبار احاد پائی گئی ہے اور اوسکے
علاوہ بھی ائمۂ اربعہ کے نزدیک فعل صحابہ و اتفاق محققین تابعین
بھی دیکھ لیا گیا ہے اور اشارۃ النص بھی اپنے استنباط کا
سمجھ لیا ہے تب حکم اور فتوے دیا ہے بعض غیر محققین نے
غلطی سے سمجھ لیا ہے کہ شاید امام اعظم نے اخبار احاد سے
قرانیت کسی لفظ کی یقین کی ہے خواہ اس کا اختلاف
قرات مانا ہے حالانکہ ہرگز یہ وہم و گمان صحیح نہین ہے اور محض
بے اصل ہے ہمارے اصول کا مسئلہ یہی ہے ان التواتر
شرط فی ثبوت ما ھو من القرآن اب تو اصل حقیقت اختلافات قرائت کی
اجمالاً بیان کر دی گئی اور اہل علم خوب سمجھ لین گے میری تقریر
خلاصہ ہے دفاتر طویلہ فن قرائت و اقوال محققین کا اور بعد توافق
و رفع تعارض اقوال و روایات مختلفہ کے غالباً قول فیصل یہی نکلیگا
جو مین نے عرض کیا ہے تمام اختلافات علماء دین کا نقل کرنا
محض تضیع اوقات سمجھکر اپنے تحریر کے عندیات پیش کرتا ہون
اتقان مین ہے قال الزرکشی فی البرهان القرآن والقراءة
حقیقتان متغایرتان فالقرآن هو الوحی المنزل علی محمد

اصلی الله علیه وسلم للبیان والانجاز و القراءة اختلاف
الفاظ الوحی المذکور فی الحروف ای کیفیتها من
تخفیف وتشدید وغیرهما اور اتقان میں ہے
والاصل فی المد ما اخرجه سعید بن
منصور فی سننه حدثنا شهاب بن خراش
حدثنا مسعود بن یزید الکندی قال کان
ابن مسعود یقرء رجلا فقرء رجل انما الصدقات
للفقراء والمساکین مرسلة فقال ابن مسعود
ما هکذا اقرأنیها رسول الله صلی الله علیه
وسلم فقال کیف اقرأها یا ابا عبد الرحمن قال
اقرأنیها انما الصدقات للفقراء والمساکین
فمدوها هذا حدیث جلیل حجة و نص
فی الباب رجال اسناده ثقات اخرجه
الطبرانی فی الکبیر بلفظه اس حدیث صحیح الاسناد سے
معلوم ہوا کہ قرات کی تعلیم بھی حضرت ختم رسالت صلعم سے صحابہ کرام نے حاصل کی تھی اور صحابہ سے
تابعین میں پہونچی اور حدیث مرفوع حذیفہ سے بھی پایا جاتا ہے صحابہ کرام لحانی و صوتی کی بھی تعلیم فرماتے تھے
قال الدانی الفتح والامالة لغتان مشهورتان
علی السنة الفصحاء من العرب الذین
نزل القران بلغتهم فالفتح لغة اهل الحجاز
والامالة لغة عامة اهل نجد من تمیم
واسد وقیس قال والاصل فیها حدیث حذیفة
مرفوعا اقرءوا القران بلحون العرب
واصواتها وایاکم واصوات اهل الفسق واهل الکتابین بلفظه

اهـ ابن الجزری فی کتاب النشر من قوله وفی کلام علی دلیل
علی وجوب ذلک وفی کلام ابن عمر برهان
علی ان تعلمه اجماع من الصحابة و
صح بل تواتر عندنا تعلمه والاعتناء به
من السلف الصالح کابی جعفر یزید بن
القعقاع احد اعیان التابعین و صاحبه
وصاحب الامام نافع وابی عمرو ویعقوب وعاصم
وغیرهم من الائمة وکلامهم فی ذلک
معروف ونصوصهم علیه مشهورة فی
الکتاب الخ بلفظه وقال ابو جعفر النحاس فی تصنیفه
حدثنا محمد بن [illegible] الانباری ثنا هلال بن
العلاء ثنا ابی وعبد الله بن جعفر قالا ثنا
عبید الله بن عمرو الرقی عن زید بن ابی انیسة
عن القاسم بن عوف البکری قال سمعت عبد الله
ابن عمر یقول لقد عشنا برهة من دهرنا وان
احدنا لیؤتی الایمان قبل القرآن وتنزل
السورة علی محمد صلی الله علیه وسلم
فنتعلم حلالها وحرامها وما ینبغی ان یوقف عنده
منها کما تعلمون انتم الیوم القرآن ولقد راینا الیوم
رجالا یؤتی احدهم القرآن قبل الایمان فیقرأ ما بین فاتحته
الی خاتمته ما یدری ما امره ولا زاجره ولا ما ینبغی ان یوقف عنده
منه قال النحاس فهذا الحدیث یدل علی انهم کانوا یتعلمون
الاوقاف کما یتعلمون القرآن وقول ابن عمر و

لقد عشنا برهة من دهرنا يدل على ان ذالك
اجماع من الصحابة واخرج هذا الاثر البيهقي في
سننه وعن علي رض في قوله تعالى ورتل القران ترتيلا
قال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف كذا في
الاتقان وليقفه وقال مكي من ظن ان قراة هؤلاء القراء كنافع
وعاصم هي الاحرف السبعة التي في الحديث فقد غلط
غلطا عظيما قال ويلزم من هذا ان ما خرج عن قراة
هؤلاء السبعة مما ثبت من الائمة غيرهم ووافق خط
المصحف ان لا يكون قرانا وهذا غلط عظيم
قال الذين صنفوا القراة من الائمة
المتقدمين كابي عبيد القاسم بن سلام
وابي حاتم السجستاني وابي جعفر الطبري واسماعيل
القاضي وقد ذكروا اضعاف هؤلاء وكان
الناس على راس المائتين بالبصرة على قراة
ابي عمرو ويعقوب وبالكوفة على قراة حمزة وعاصم
وبالشام على قراة ابن عامر وبمكة على
قراة ابن كثير وبالمدينة على قراة نافع واستمروا على
ذلك فلما كان على راس الثلثمائة ثبت
ابن مجاهد اسم الكسائي وحذف
يعقوب قال والسبب في الاقتصار على
السبعة مع ان في ائمة القراء من هو اجل
منهم قدرا ومثلهم اكثر من عددهم
ان الرواة عن الائمة كانوا كثيرا جدا

فلما تقاصرت الهمم اقتصروا مما توافق خط
المصحف على ما يسهل حفظه وتنضبط القراءة به
فنظروا الى من اشتهر بالثقة والامامة وطول
العمر فى ملازمة القراءة والاتفاق على الاخذ عنه
فافردوا من كل مصر اماما واحدا ولم يتركوا مع
ذلك نقل ما كان عليه الائمة غير هؤلاء
من القراءة ولا القراءة به كقراءة يعقوب
وابى جعفر وشيبة وغيرهم وفى منع
الموانع انما قلنا فى جمع الجوامع والسبع متواترة
ثم قلنا فى الشاذ والصحيح انه ماوراء العشرة ولم
نقل والعشرة متواترة لان السبع لم يختلف فى
تواترها فذكرنا اولا موضع الاجماع ثم عطفنا عليه
موضع الخلاف الخ ايضا فى الاتقان وقال فى جواب
سوال ساله ابن الجزرى القراءة السبع التى
اقتصر عليها الشاطبى والثلاث التى هى
قراءة ابى جعفر ويعقوب وخلف متواترة
معلومة من الدين بالضرورة
وكل حرف انفرد به واحد من العشرة
معلوم من الدين بالضرورة انه منزل على
رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكابر فى شئ من ذلك
الا جاهل انتهى وقال ابو شامة شاع على السنة
جماعة من المقرئين المتاخرين وغيرهم
من المقلدين ان السبع كلها متواترة اى كل

فرد فرد مما روی عنهم قالوا والقطع بانها
منزلة من عند الله واجب ونحن بهذا
نقول الحاضر فيه المشهورون باقراء القران
من الصحابة سبعة عثمان وعلی رض وابی رض
وزيد بن ثابت وابن مسعود وابو الدرداء وابو
موسی الاشعری كذا ذكرهم الذهبی فی
طبقات القراء قال وقد قرء علی ابی جماعة
من الصحابة منهم ابو هريرة وابن عباس
وعبد الله بن السائب رضی الله عنهم
واخذ ابن عباس عن زيد ايضا واخذ
منهم خلق من التابعين فممن كان
بالمدينة ابن المسيب وعروة وسالم وعمر بن
عبد العزيز وسليمان وعطاء ابنا يسار ومعاذ بن
حارث المعروف بمعاذ القاری وعبد الرحمن
ابن هرمز الاعرج وابن شهاب الزهری
ومسلم بن جندب وزيد بن اسلم وبمكة عبيد وعطا
ابن رباح وطاوس ومجاهد وعكرمة وابن ابی مليكة
وبالكوفة علقمة والاسود ومسروق
وعبيدة وعمرو بن شرحبيل والحارث بن قيس
والربيع بن خيثم وعمرو بن ميمون وابو عبد الرحمن
السلمی وزر بن حبيش وعبيد بن فضيلة وسعيد بن
جبير والنخعی والشعبی وبالبصرة ابو العالية وابو رجاء
ونصر بن عاصم ويحيی بن يعمر والحسن وابن سيرين وقتادة

وبالشام مغيرة بن ابی شهاب المخزومی صاحب
عثمان وخليفة بن سعد صاحب ابی الدردا و
ثم تجرد قوم واعتنا بضبط القرأة اتم عناية
حتی صاروا ائمة يقتدی بهم ويرحل اليهم
فكان بالمدينة ابوجعفر بن القعقاع
ثم شيبة بن نصاح ثم نافع بن ابی نعيم و
بمكة عبد الله بن كثير وحميد بن قيس
الاعرج ومحمد بن محيصن وبالكوفة يحيی بن
ثابت وعاصم بن ابی النجود وسليمان الاعمش ثم
حمزة ثم الكسائی وبالبصرة عبد الله بن ابی
اسحاق وعيسی بن عمر وابو عمرو بن العلاء
وعاصم الجحدری ثم يعقوب الحضرمی
وبالشام عبد الله بن عامر وعطية بن قيس
الكلابی واسماعيل بن عبد الله بن
المهاجر ثم يحيی بن الحارث الدماری ثم شريح
بن يزيد الحضرمی واشتهر من هؤلاء
فی الآفاق الائمة السبعة نافع واخذ عن سبعين من
التابعين منهم ابوجعفر وابن كثير واخذ عن عبد الله
بن السائب الصحابی وابو عمرو واخذ عن التابعين
وابن عامر واخذ عن ابی الدرداء واصحاب عثمان
وعاصم واخذ عن التابعين وحمزة واخذ عن عاصم والاعمش
والسبيعی ومنصور بن المعتمر وغيرهم والكسائی واخذ عن
حمزة وابی بكر بن عياش ثم انتشرت القراءة فی الاقطار

وتفرقوا مما بعد امهم واشتهر من رواة كل طريق
من طريق السبعة راويان فعن نافع قالون
وورش عنه وعن ابن كثير قنبل والبزي
عن اصحابه عنه وعن ابي عمرو والدوري
والسوسي عن اليزيدي عنه وعن ابن عامر
هشام وذكوان عن اصحابه عنه وعن عاصم ابو بكر
ابن عياش وحفص عنه وعن حمزة خلف و
خلاد عن سليم عنه والكسائي والدوري
وابو الحارث الخ بلفظه وقال الكواشي كلما صح سنده
واستقام وجهه في العربية ووافق خط المصحف
الامام فهو من السبعة المنصوصة ومتى فقد شرط
من الثلاثة فهو الشاذ وقد اشتد انكار ائمة
هذا الشان على من ظن انحصار القراءة
المشهورة في مثل ما في التيسير والشاطبية
واخر من صرح بذلك الشيخ تقي الدين السبكي
فقال في شرح المنهاج قال الاصحاب تجوز القراءة
في الصلوة وغيرها بالقراءة السبع ولا تجوز بالشاذ
وظاهر هذا يوهم ان غير السبع المشهورة من
الشواذ فقد نقل البغوي الاتفاق على
القراءة لقراءة يعقوب وابي جعفر مع السبع المشهورة
وهذا القول هو الصواب قال واعلم ان الخارج عن السبع
المشهورة على قسمين منه ما يخالف رسم
المصحف فهذا لا شك في انه لا تجوز قراءته لا

في الصلوة ولا غيرها ومنه ما لا يخالف رسم
المصحف ولم تشتهر القراءة به وانما ورد من
طريق غريب لا يعول عليها وهذا يظهر المنع من
القراءة به ايضا ومنه ما اشتهر عند ائمة هذا
الشان القراءة به قديما فهذا لا وجه للمنع منه الخ
الحاصل قرأت متواتره نماز وغير نماز مین معتبر ہے نہ شاذہ اور
متواتر کی تعریف ہم بیان کر چکے اور قرأت شاذ کا حکم مثل خبر احاد کے ہے
اتقان مین ہے اختلف في العمل بالقراءة الشاذة فنقل امام
الحرمين في البرهان عن ظاهر مذهب الشافعي انه
لا يجوز وتبعه ابو نصر القشيري وجزم به ابن
الحاجب لانه نقله على انه قرآن ولم يثبت
وذكر القاضيان ابو الطيب والحسين
والروياني والرافعي العمل بها تنزيلا لها
منزلة خبر الاحاد وصححه ابن السبكي في جمع
الجوامع وشرح المختصر وقد احتج الاصحاب على قطع
يمين السارق بقراءة ابن مسعود وعليه
ابو حنيفة رح ايضا واحتج على وجوب
التتابع في صوم كفارة اليمين بقراءته
متتابعات ولم يحتج بها اصحابنا لثبوت نسخها
كما سياتي انتهى باختصار اقول المتواتر
هو السبعة اي القرأت السبع المنسوبة
الى الائمة السبع نافع وابن كثير وابي عمرو وابن
عامر وعاصم وحمزة والكسائي والرواة والخلفا

اشتهر بالحفظ القران من الصحابة عثمان رض
وعلی وابی وزید بن ثابت وعبد الله بن
مسعود وابو الدرداء ومعاذ بن جبل وابو زید
الانصاری ثم ابو هریرة وعبد الله بن عباس
وعبد الله بن السائب رضی الله عنهم اجمعین
واشتهر من التابعین یزید بن القعقاع و
عبد الرحمن الاعرج ومجاهد بن جبیر و
سعید بن جبیر وعکرمة وعطاء بن یسار وابن
ابی رباح والحسن البصری وعلقمة بن قیس والاسود
وزر بن حبیش وعبیدة السلمانی ومسروق
والیهم ترجع السبعة فان نافعا اخذ عن ابی
جعفر وابن کثیر اخذ عن عبد الله بن السائب
وابا عمرو اخذ عن ابی جعفر ومجاهد وابن
عامر اخذ عن ابی الدرداء وعاصما اخذ عن
زر وحمزة اخذ عن عاصم والکسائی
اخذ عن حمزة هذه خلاصة ما فی اتمام الدرایة
لقراء النقایة للشیخ العلامة السیوطی وغایة
البسط والتفصیل فی التحبیر للشیخ المذکور المرحوم
وفی مسلم الثبوت وشرحه القراءة
السبع المنسوبة الی الائمة السبع نافع وابن
کثیر وابی عمرو وابن عامر وابن
عامر وحمزة والکسائی متواترة ونسبتها
الیهم انما هی لاختصاصهم بالتصدی وافناء

العمر فی الکتاب بها لا انهم هم النقلة فقط فتدبر فانه
حق واضح انتهی محصلہ وهکذا فی الاتحاف
وانشر للعلامة الجزری القاری وذکر فی
الکشف الکبیر فی اصول الفقه الحنفی ان
القراة السبع کلها متواترة عند الکل کذا فی العقود
العشر للعلامة احمد بن یحیی بن محمد بن سعد الدین
التفتازانی وهکذا فی التوضیح والتلویح و التفسیر
النیشاپوری ومعالم التنزیل والبیضاوی وغیره من
کتب التفسیر والحدیث والفقه کما لا یخفی
علی المهرة اولی الابصار والالباب والله اعلم بالصواب
اور مرقاة شرح مشکوة میں ہے قوله انزل القران
علی سبعة احرف وقد جاء فی روایة نزل القران علی
سبعة احرف کلها شاف وکاف قیل المراد
سبعة احرف سبع لغات للعرب مشهود لها
بالفصاحة فان حرف الشیء طرفه ولهذا سمیت
حروف التهجی لانها اطراف الکلم وهذه سبعة
اطراف اللغات وهی لغة قریش وطی
وهوازن واهل الیمن و ثقیف وهذیل
و بنی تمیم فان القران نزل اولا بلغة قریش
ولما شق علی کل العرب القراة بلغتهم رخص
فی ذلک وکان ذلک سوال منه صلعم ربه عز وجل
کما ورد فی حدیث ابی بن کعب قد اورده النووی
فی شرحه وکانوا یقرؤنه علی اللغات المختلفة المذکورة

لكان يشتمى كل احد الى امارة عثمان رض فلما كتب
المصاحف وارسل النسخ الى بلاد الاسلام جمع
الناس على لغة قريش بعد ما جمعه زيد بن
ثابت بامر ابى بكر واستصواب عمر رض بجموع اللغات
وامر عثمان بمحوها ماعداه رفعا للخلاف الذى
وقع فى الناس بانكار بعضهم قراءة بعض وبكفر
كل من الفريقين اخر ولم يبق من الحروف المختلفة
فيها على نهج التواتر الا شئ يسير وبقى المختلف
فيه من الادغام والامالة والوقف وغير ذلك
من القسم المشترك الذى اشتهر عند القراء
السبع لاتصال سنده على اصله متواترا به
وما عدا ذلك فانه متروك لايقرء به ولا يحتج
لفقد الضرورة التى دعت اليه فى اول الوهلة
ثم لسقوط الرواية عنه وانعدام التواتر فيه
وهذه العلة هى التى يعتمد عليها فى ترك القراءة
التى تخالف نظم المصحف المجمع عليه وهذا القول
هو المعتمد عليه الذى عليه اكثر الشراح حيث
وقيل المراد به قراءة السبع فانها كلها متواترة ثبتت
انزالها وقراءتها يترتب على كل واحدة منها احكام
التلاوة من جواز الصلوة بها وحرمته من الجنب
والمحدث ايضا وقد ثبت قراءة يعقوب فصارت
ثمانية وقد يدعى العشر انها متواترة والقول
المختار الذى عليه الجمهور هو الاول انتهى بلفظه

الحاصل جو مجموعہ مرتبہ قرآن شریف ہے اور ہم لوگ اوسکی
تلاوت کرتے ہیں یہی متواتر اور بلا تحریف و تبدیل ہے اور اخیر
مرتبہ جو جبرئیل نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر عرض
کیا تھا وہی باقی ہے اوسکو خلافت راشدہ میں جمع کیا گیا تھا
اور اوسیکو قائم رکھنے کے واسطے حضرت عثمانؓ نے باجماع
صحابہ کرامؓ سعی بلیغ فرمائی تاکہ ماعدا اوسکے جو الفاظ بعض شخصوں
نے لغات منسوخہ کے لکھ رکھے تھے اور وہ باعث اختلاف
فی القرآن کے آئندہ زمانہ میں ہو جاتے محو کیے گئے نفس
قرآن میں نہ کمی ہوئی ہے نہ زیادتی اور رسم کتابت میں بھی
قریش کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا اور وہ ہی صحابہ منتظم مقرر ہوئے تھے
خود بھی حافظ قرآن تھے اور عرضہ اخیرہ جبرئیل میں بھی حاضر تھے
اور رسول صلعم سے بلاواسطہ سیکھے ہوئے تھے اور زمانہ خلافت
شیخین میں بھی موجود تھے اور کاتب وحی بھی تھے اور جب
شبہ کسی بات میں ہوتا تھا تو تحقیق کر کے فوراً رفع کر لیا جاتا تھا
لامحالہ قرآن شریف میں کسی طرح کا شک نہیں ہے نہ کوئی
اعتراض وارد ہے چوتھا سوال آیات منسوخ التلاوت کی بابت
میں جو روایات وارد ہیں قرآنیت بعض آیات کی جو روایات
مذکورہ میں منقول ہیں قابل تسلیم ہے یا نہیں اور اعتماد روایات
موصوفہ پر ہونا چاہیے یا نہیں کہ موضوع اور ناقابل اعتماد ہیں
الجواب قرآنیت کسی آیت کی اخبار احاد سے ثابت نہیں
ہو سکتی ہے کیونکہ واسطے تسلیم قرآن کے تواتر شرط ہے
تمام اہل علم قدر مشترک روایات متعددہ سے اسقدر علم
ضروری حاصل ہوتا ہے کہ بعض آیات کی تلاوت منسوخ ہو گئی

ہا تعین اس امر کا کہ فلان آیت قرآن کی یقیناً تھی اون
روایات سے نہین ہوسکتا البتہ جسطرح استخراج احکام
شرعیہ دلیل ظنی سے جائز ہے باعتبار صحت بعض احادیث
صحیح کے حکم شرعی کا استنباط ہوسکتا ہے مگر اعتقاد قرآنیت کا
بغیر تواتر و علم قطعی کے متعذر ہے لہذا ہم یہ اعتقاد رکھتے ہین
کہ کوئی آیت جو منسوخ التلاوت روایات غیر متواترہ مین مذکور
ہے قرآن کا حکم اوسپر نہین ہوسکتا محض حدیث کے درجہ
مین وہ روایت رہ جائیگی اور جیسا قاعدہ تنقید احادیث
صحیحہ و سقیمہ کا ہے اون روایات مین بھی جاری رکھا جائیگا
اور جب کوئی حدیث صحیح مان لیجائیگی تو مفید علم ضروری ہوگی
علم قطعی و تواتر مجرد روایت کے دیکھنے سے نہین حاصل ہوگا
تفاسیر مین اکثر آیات کی ذیل مین جو اختلافات قرات لکھے گئے ہین
اونمین بھی متواتر اور شاذ دونون قسم کے ہین پس جب کسی
آیت منسوخ التلاوۃ یا کسی قرات کی تحقیق منظور ہو تو وہی
قاعدہ کلیہ مرعی ہوگا کہ قرآنیت بغیر ثبوت تواتر کے تسلیم
نہ کیجائیگی روایت صحیحہ بمنزلہ حدیث کے رہیگی جس سے بعد
توافق و تعارض روایات کے علم ظنی و ضروری حاصل ہوگا
اور وہ اسکے استنباط احکام شرعیہ کے کام آسکیگی اور
قرات مین بھی وہی قرات نماز مین پڑھنی جائز ہوگی جسکا
تواتر ثابت ہو نہ شاذ و متکلم فیہا لہذا فن قرات کیطرف
رجوع کرنا علماء کا ضروری ہے مجرد دیکھہ لینا کسی تفسیر مین کافی
نہین ہے کیونکہ مفسرین کے اقوال اکثر جامع روایات کے
ہوا کرتے ہین تنقید روایات کی کمتر کیجاتی ہے اور غرض اونکی

یہ ہوتی ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین کسقدر قول ہین اور
سابقین کیا کیا فرماتے ہین بعض مفسرین کسی کسی جگہ
تحقیق بھی لکھ دیتے ہین بعض نہین لکھتے تفسیر درمنثور سیوطی
کا بھی ایسا ہی حال ہے کہ صدہا روایات اوسمین موجود ہین
مگر نوبت تنقید و تحقیق راجح مرجوح کی نہین پہونچی لہذا اکثر
اہل ضلالت بحوالہ اوسی تفسیر کے خامہ فرسائی اور شگاف اندازی
کیا کرتے ہین جس اصول کو مین نے عرض کیا ہے محقق کو ہرگز
چھوڑنا نہ چاہیے ورنہ ٹھوکرین کھائیگا اور چونکہ ہر فن کی کتابین
علیحدہ علیحدہ موجود ہوتی ہین لہذا جس فن کی بحث پیش آوے
اوسی کی طرف رجوع کرنا لازم ہوگا جسوقت کوئی حدیث تفاسیر
مین دیکھی جاوے تو اوسکی اسناد کی تلاش کرنی لازم ہے
اور یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اسماء الرجال مین وہ راوی کیسے لکھے گئے ہین
اور وہ روایت کسقدر احادیث صحیحہ سے موافقت یا مخالفت
رکھتی ہے اور اصول علم حدیث کا اقتضا اوسکے باب مین
کیا ہے اور مفسرین مین بھی دو قسم کے علماء گذرے ہین
بعضے ایسے بھی ہین کہ تفسیر و حدیث دونون کے امام ہین مثلاً
حضرت بغوی رح صاحب معالم التنزیل اونکی تفسیر مین اکثر
روایات باسناد خاص موجود ہین اور اونکے مثل جو علماء ہین
زیادہ تر اونکا کلام فن حدیث مین اعتبار کے لائق ہے گو
تفسیر ہی مین کیون نہ لکھین اور امام رازی رح اگرچہ بڑے
محقق و متکلم اور جامع علوم دینی ہین مگر اپنی تفسیر مین التزام
نہین کیا ہے کہ کوئی حدیث یا روایت ضعیف یا مرجوح یا موضوع
نہ لکھین اونکی تفسیر جامع اقوال و احتمالات کثیرہ ہے بیان کیا

کلبی اور ثعلبی کا قول بھی لکھ دیتے ہین اور اونکی یہ بھی عادت ہی
کہ احتمالات جسقدر وارد ہوسکتے ہین لکھتے چلے جاتے ہین کبھی تو
جواب بھی شبہات مخالفین کا دیدیتے ہین کبھی اعتراض یا شبہہ
بے حقیقت سمجھکر یا غیر ضروری جانکر اوسکے تردید مین کچھ نہین
لکھتے ہین کبھی علم کلام و تردید فلاسفہ و ملاحدہ و فرق باطلہ کیطرف
متوجہ ہو جاتے ہین تو اوسی فن کے طرز پر کلام جاری ہوتا ہے
یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جو شبہہ یا احتمال یا اعتراض تفسیر کبیر مین
لکھکر جواب اوسکا چھوڑ دیا ہے وہ لاجواب یا مقبول و مسلم
اہل سنت و جماعت کا ہے یا اگر جواب بھی لکھا ہے تو اوسی جواب پر
حصر ہو گیا ہے اوس سے عمدہ دوسرا جواب متکلمین فرقہ حقہ کے
پاس نہین ہے بعض مبتدع اور مبتلاے ہواے نفسانی کی
عادت ہے کہ ایک فقرہ تفسیر کبیر کا نقل کر دیتے ہین اور اہل سنت کو
الزام دیتے ہین اور عوام بلکہ متوسطین یہ سمجھ لیتے ہین کہ جو کچھ
تفسیر کبیر مین لکھا ہے وہ گویا منطوق آیت قرآنی مین داخل ہے
حالانکہ اب خیال کرنا چاہیے صفت جامعیت و صحت مضامین
باعتبار اکثریت و حصول فوائد علم تفسیر وغیرہ فوائد مین وہ تفسیر
نہایت عمدہ ہے مگر ہر عبارت پر تکیہ کر لینا محققین کی شان سے
بعید ہے اور مخفی نہ رہے کہ کشاف کے مصنف معتزلی مذہب ہین
جنکو ہمارے مذہب حق سے بہت اختلاف ہے لہذا جس جا
اپنے مذہب اعتزال کی تائید کی ہے اوس سے خبردار رہنا
چاہیے اور میلان اونکے مذہب کا طرف امامیہ کے ہے
اوس سے بھی غافل نہ رہنا چاہیے اور وہ کلبی وغیرہ مجہولین
کے اقوال بھی لکھتے ہین اونکو مسلمات اہل سنت مین سمجھنا

اور سیفیار جو موافق ہوں نہ مخالف اور بیضاوی نے اکثر کشاف
سے اخذ مطالب کیا ہے اسیطرح مدارک مین بھی بعض مقام پر
ظہور مین آیا ہے پس جب کسی عقیدہ کی بحث ہو یا کسی مسئلہ کی
تحقیق منظور ہو تو کسی ایک تفسیر کی عبارت پر ختم کرنا اعتقاد کا
اور تمام ضروریات علم کلام سے غافل نہ رہنا چاہیے مگر یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے
کہ مفسرین مذکور کے تمام اقوال نامعتبر ہین یا کوئی حدیث صحیح
نہین لکھی ہے یا کوئی تفسیر کسی آیت کی مجمع علیہ اور متفق علیہ نہین ہے خذ ما صفی ودع ما کدر پر
عمل کرنا چاہیے فائدہ امام احمد حنبل رح کا قول دربارہ بے اعتباری احادیث مندرجہ
تفاسیر کے نقل کر کے بعض اشخاص معترض ہوتے ہین مگر جواب
اوسکا اتقان وغیرہ مین دیا گیا ہے اور وہ قول اگر صحیح بھی ہو
تو اونہین تفاسیر سے متعلق ہے جو اونکے وقت مین کسی
ایسے مفسر نے لکھی ہونگی جسنے التزام صحت روایات کا نہین
کیا تھا نہ کہ آیندہ قیامت تک جو تفسیر تصنیف ہوتی جاے
وہ اوسی قول سے مردود ٹھہرائی جاوے اور بعض ظریف مزاج
علما نے جو تفسیر کبیر کی نسبت بیان کیا ہے کہ اوسمین سب کچھ ہے
سواے تفسیر کے اونکی یہ غرض نہین ہے کہ تفسیر کبیر لغو اور
واہیات ہے بلکہ اوسمین بحث تمام یا اکثر علوم کی دیکھی گئی ہے
اور ترجمہ آیات کا التزام نہین کیا ہے اسواسطے یہ لطیفہ
کہا جاتا ہے مگر امام رازی نے یہ سوچا ہے کہ ترجمہ آیات کا
یا حل کرنا معنی آیات کا اکثر تفاسیر مین ہوتا ہے الا کوئی ایسی
تفسیر بھی چاہیے جس مین معنی بھی حل کیے جاوین اور
مسائل کا بھی استخراج ہو اور اعتراضات و شبہات
سے بھی بحث کیجاے اپنے طور کی یہ تفسیر بے مثل ہے

الحاصل تنقید و تصحیح کرنا منع نہین ہے اور مفسرین کی نسبت
بد اعتقادی اور انکی توہین کرنا اور کل منقولات کو نامعتمد
سمجھنا محض مکابرہ ہے واللہ اعلم وعلمہ اکمل واتم*

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ سے علے احسانہ کہ رسالۂ مفید نام مؤید القرآن نام مولفہ جناب
مولوی علی بخش خانصاحب بہادر جج ماتحت عدالت گورکھپور مطبع نامی
منشی نولکشور لکھنؤ مین بماہ نومبر سنہ ۱۸۷۲ع مطابق ماہ رمضان سنہ ۱۲۸۹ ہجری طبع ہوا*